ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ناصر کاظمی کی شاعری کا فنی تجزیہ

TECHNICAL ANALYSIS OF NASIR KAZMI'S POETRY

1.**Imran Haider**,
Lecturer Urdu Government Associate College Kameer Town Sahiwal,
imranhaider211eb@gmail.com
2. **Dr. Parveen Kallu ,**
Associate Professor Urdu Department , Government College University Faisalabad
3.**Muhammad Umar,**
Lecturer Government Degree College Gul Abad Dir (Lower)

Abstract

All of the poetry of Nasir Kazmi is included in these collections "Barg-e-Nay", "Deewan", "Nishat-e-Khwab", "Pahli Barish" etc. The main reason for this is that he was not an externalist like other contemporaries. He is a poet at heart. Despite talking to his friends in restaurants and hotels, wandering at night, commenting on social and political situations and talking to passers-by, he used to spend time in solitude and think about poetry. Lived in the dark. The recognition of his personality in poetry is different from his biographical personality. Eliot, therefore, has not given any importance to the real personality of a poet. The personality that emerges in poetry, that criticism becomes noticeable in relation to poetry. The personality that emerges in Nasir Kazmi's poetry is a quirky and unique personality. It is beyond homogeneity, uniformity, axiality and monotony, it is a multifaceted, diverse and dynamic personality, it is formed by emotionality, aesthetics, thinking and dreaming. Basically, love is the driving force behind the colorfulness and vibrancy of Nasir's poetic personality. Love stimulates their creative power. They are imbued with the passion of love but do not separate it from their specific cultural and social environment; despite flying in the skies, their feet remain on the ground. They are suspicious of the distance of the beloved whom they want and long for his closeness, but they are deprived of the closeness of the beloved. As a result of this, they go through sorrow and pain and feel the burning condition of their liver. It turns into longing. In this way love becomes all colors for them. In Hasrat and Faraq, love is limited to leaving the beloved, in Nasir, love turns into the truth of human relationships, passion and attraction, as well as the tragedy of broken heart. Some Technical qualities of the poetry of Nasir Kazmi has been discussed in this article.

Key Words:

Nasir Kazmi's poetry, Technical analysis, "Barg-e-Nay", "Deewan", "Nishat-e-Khwab", "Pahli Barish", Restaurants and Hotels, personality, driving force, beyond homogeneity, uniformity, axiality, monotony, Nasir's poetic personality.

کسی بھی فن پارے میں خواہ وہ نثر کا ہو یا شعری ہو فکر و فن کا توازن ہی وہ معیار ہے جو کہ اس فن پارے کو کاملیت بخشتا ہے اگر کسی فن پارے کا موضوع بہت عمدہ ہو لیکن اس کے فنی تقاضوں کو ملحوظ نہ رکھا گیا ہو تو بھی وہ فن پارہ بہترین نہیں بن سکتا اور اگر کسی فن پارے کا موضوع پھسپھسا ہو لیکن اس کے فنی لوازم کو کاملیت سے برتا گیا ہو تب بھی یہ فن پارہ ادھورا رہتا ہے۔ ناصر کاظمی نے فکر کے ساتھ ساتھ فنی لوازم کو بھی فنکارانہ شعور کے ساتھ برتا ہے۔

ناصر کی پسندیدہ لفظیات:

چہرہ، گھر، دیوار، ساون، پون، پتے، پازیب، رت، پھول، کاگا، آنگن، بوند، بادل، دھوپ، نگری، شام، خط، کھڑکی، پیاس، تھکن، دیا، مٹی، سفر، برف، ہوا، رستہ، کھیت، بستی، درخت، رات، گلاب، ہجر، بارش، خوشبو، آہٹ، پتھر، چشمہ، گن، آشیاں، جنگل، خواب، ساقی، رفتگاں، تھکا، نیند، منزل، غبار، قافلے، بیگانگی اور گرد وغیرہ ہیں۔ ناصر کاظمی زیادہ تر اسی دھرتی کی لفظیات استعمال کرتے ہیں۔ وہ بدیسی لفظیات سے گریز کرتے نظر آتے ہیں۔ ناصر نے ان لفظیات کی مدد سے فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔ اور اب یہ لفظیات ناصر کاظمی سے ہی منسوب ہو کر رہ گئی ہیں اور ان کو ''لفظیات ناصر کاظمی'' کہنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ ناصر زندگی میں جتنے نفیس تھے لفظوں کے استعمال میں بھی اتنے ہی نفاست پسند ہیں۔ وہ لفظوں کو بھی دیکھ بھال کر استعمال کرتے ہیں۔ اُن کو بخوبی اندازہ ہے کہ کس جگہ کون سا لفظ استعمال کرنا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

غزل

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
وہ تیری یاد تھی اب یاد آیا
آج مشکل تھا سنبھلنا اے دوست
تو مصیبت میں عجب یاد آیا
دن گزارا تھا بڑی مشکل سے
پھر تیرا وعدہ شب یاد آیا
پھر کئی لوگ نظر سے گزرے
پھر کوئی شہر طرب یاد آیا
حال دل ہم بھی سناتے لیکن
جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا
بیٹھ کر سایہ گل میں ناصر
ہم بہت روئے وہ جب یاد آیا(۱)

ناصر کاظمی کی شاعری میں تشبیہات واستعارات اور تلمیحات:

تشبیہ(Simile)

"تشبیہ میں ایک چیز کو ایک یا ایک سے زیادہ مشترک خصوصیات کی بناپر دوسری کے مانند قرار دیا جاتا ہے اور اس طرح پہلی چیز کی اہمیت یا شدت کو واضح کیا جاتا ہے۔"(۲)

ناصر کاظمی نے نادر تشبیہات کا استعمال کیا ہے۔مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جوش جنوں میں درد کی طغیانیوں کے ساتھ
اشکوں میں ڈھلی گئی تری صورت کبھی کبھی(۳)

آنکھیں تھیں دو چھلکتے ساغر
عارض کہ شراب تھر تھرائے

اُڑتی ہوئی زلف یوں پریشاں
جیسے کوئی راہ بھول جائے(۴)

تیری ہلال سی انگلی پکڑے
میں کوسوں پیدل چلتا تھا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

چندر کرن سی انگلی انگلی
ناخن ناخن ہیرا سا تھا

ماتھے پر سونے کا جھومر
چنگاری کی طرح اڑتا تھا

چاندی کا وہی پھول گلے میں
ماتھے پر وہی چاند کھلا تھا

ایک رخسار پر زلف گری تھی
ایک رخسار پر چاند کھلا تھا(۵)

ناصر کاظمی نے تشبیہ بالاضافت سے بھی کام لیا ہے اور اس کا استعمال وافر مقدار میں کیا ہے۔ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ابھی اور کتنی ہے معیادِ غم
کہاں تک ملیں گے وفا کے صلے(۶)

زمین لوگوں خالی ہو رہی ہے
یہ رنگ آسماں دیکھا نہ جائے(۷)

استعارہ(Metaphor)

"استعارہ علم بیان کی اصطلاح ہے جس کا معنی اُدھار لینا ہے۔کسی شے کے لوازمات اور خصوصیات کو کسی دوسری شے سے منسوب کرنا استعارہ ہے۔لفظ کو مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کرنا کہ حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو۔۔۔استعارہ کہلاتا ہے۔" (۸)

ناصر کاظمی استعاروں کا استعمال بھی نہایت خوبی اور نفاست سے کرتے ہیں اور ان کو اپنے تجربات میں سمو کر شاعری کا حصہ اس طرح بناتے ہیں کہ قاری داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

تو جہاں چند دن ٹھہرا تھا
یاد کرتا ہے تجھ کو آج وہ گھر (۹)

تو جہاں ایک بار آیا تھا
اک مدت سے ہے وہ گھر خاموش(۱۰)

اکیلے گھر سے پوچھتی ہے بے کسی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ترا دیا جلانے والے کیا ہوئے(۱۱)

تلمیح: (Historical Refrain)

علم بدیع کی رو سے:

"کلام میں کوئی ایسا لفظ یا مرکب استعمال کرنا جو کسی تاریخی، مذہبی یا معاشرتی واقعے یا کہانی کی طرف اشارہ کرے تلمیح ہے۔" (۱۲)

مثلاً آتش نمرود، لن ترانی، جام جم، لحن داؤدی، تخت طاؤس وغیرہ مشہور تلمیحات ہیں۔

ناصر کاظمی سحر انگیز اور دل کش تلمیحات استعمال کرتے ہیں۔ وہ تلمیحات کو اس طور شاعری کا حصہ بناتے ہیں کہ کسی مصنوعی پن کا احساس نہیں ہوتا بلکہ یوں لگتا ہے کہ یہ شعر نازل ہی اس صورت میں ہوا ہے۔

بے منت خضر راہ رہنا
منظور ہمیں تباہ رہنا(۱۳)

یوں ترے حسن کی تصویر غزل میں آئے
جیسے بلقیس سلیمان کے محل میں آئے(۱۴)

دیکھ کر چلو ناصر
دہشت ہے یہ فیلوں کا (۱۵)

نو کا ہی بچوں کا جھولا
نو کا ہی پیری کا عصا تھا(۱۶)

ناصر کاظمی کی شاعری میں علامت نگاری:

ناصر کے ہاں علامت نگاری کا فطری رجحان موجود ہے۔ رات، گھر، شہر، پانی، آواز، گن، پرندہ، طوفان، گھاس، آندھی اور پھول ناصر کاظمی نے بطور علامت استعمال کیے ہیں۔ اُن کو جن دکھوں، محرومیوں اور ہجرت کے مصائب سے دوچار ہونا پڑا اُن کا براہِ راست اظہار ممکن نہیں۔

بقول سمیہ تمکین:

"غزل" دراصل ایک علامتی صنف ہے اس لیے ناصر کاظمی کے یہاں علامت نگاری کا فطری انداز ملتا ہے۔ چوں کہ ناصر کاظمی بھی انسانی تاریخ کے ایک بہت ہی نازک موڑ پر سامنے آئے لہذا ان کی شعری حسیت میں پیچیدگی اور گہرائی پائی جاتی ہے۔ ناصر کاظمی کی علامتی فکر عصری حالات کی پابند نہیں کیوں کہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

تخلیق کرتے وقت جب شخصیت کے داخلی اور خارجی احساسات سامنے آتے ہیں تو ایک الگ ہی تجربہ جنم لیتا ہے اور اس کی تجسیم کاری ہی علامت نگاری کے لیے زمین ہموار کرتی ہے۔"(۱۷)

"رات": تخلیق کی علامت:

ناصر کی راتیں جاگتی تھیں اور دن سوتے تھے۔ راتوں کو دوستوں کی محفل میں گفتگو کرنا اور سڑکوں پر ٹہلنا ناصر کا دلچسپ مشغلہ تھا۔ ان کے نزدیک رات زندگی کی حقیقت بتاتی ہے اور تخلیق کا منبع ہے۔ ناصر کاظمی نے اپنے ٹی۔ وی انٹرویو میں بتایا کہ اصل میں رات میری شاعری میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ رات اندھیری رات نہیں یا وہ جسے ہمارے جدید شاعر ایک تاریکی کا استعارہ کہتے ہیں۔ رات تخلیق کی علامت ہے۔ دنیا کی ہر چیز رات میں تخلیق ہوتی ہے۔ پھولوں میں رس پڑتا ہے رات کو، سمندروں میں تموج ہوتا ہے رات کو، خوشبوئیں رات کو جنم لیتی ہیں۔ حتیٰ کہ فجر تک فرشتے رات کو اترتے ہیں۔ سب سے بڑی وحی بھی رات کو نازل ہوئی۔ ایک یہ بات، دوسری بات یہ ہے کہ تم نے جوان راتوں کا ذکر کیا تو اب بھی راتیں جاگتی ہیں لیکن شہر سویا ہوا ہے۔

انتظار حسین "برگ نے" پر اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"ناصر کا کہنا تھا کہ رات کا وقت تخلیق کا وقت ہے کہ کائنات رات ہی میں تخلیق ہوئی تھی۔ سو اس بستی کی راتوں کا کسی نہ کسی کو تو امین بننا تھا، کسی نہ کسی کو تو تخلیقی درد کو زندہ رکھنے کا فریضہ انجام دینا تھا۔ جب رات کا جادو جاگتا اور شہر کی ہر گلی سو جاتی اور خالی رستے بولنے لگتے تو وہ رات کا بے نوا مسافر گلی گلی گھومتا پھرتا دیکھا جاتا۔ ایک عرصے تک آخر شب کے راہگیروں نے، فٹ پاتھوں پر بیٹھے ہوئے پان سگریٹ والوں نے رات کے سناٹوں میں اس زخمی آدمی کو اُداس اداس پھرتے اور شعر گنگناتے دیکھا۔" (۱۸)

میں کیوں پھرتا ہوں تنہا مارا مارا
یہ بستی چین سے کیوں سو رہی ہے(۱۹)

ساری بستی سو گئی ناصر
تو اب تک کیوں جاگ رہا ہے

داتا کی نگری میں ناصر
میں جاگوں یا داتا جاگے(۲۰)

بجھی بجھی سی ہے کیوں چاند کی ضیا ناصر
کہاں چلی ہے یہ کاسہ اٹھا کے شامِ فراق(۲۱)

رات بھر ہم سو نہ سکے ناصر
پردہ خامشی میں کیا کچھ تھا(۲۲)

منہ لپیٹے پڑے رہو ناصر
ہجر کی رات ڈھل ہی جائے گی(۲۳)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

وُہ میکدے کو جگانے والا وہ رات کی نیند اُڑانے والا
یہ آج کیا اُس کے جی میں آئی کہ شام ہوتے ہی گھر گیا وہ

وہ رات کا بے نوا مسافر وہ ترا شاعر وہ تیرا ناصر
تری گلی تک تو ہم نے دیکھا تھا، پھر نہ جانے کدھر گیا وہ(۲۴)

میکدہ بجھ گیا تو کیا رات ہے میری ہمنوا
سایہ ہے میرا ہم سبو چاند ہے میرا ہم سُخن(۲۵)

پس ناصر کے یہاں ''رات''تخلیقیت،اجنبیت،ویرانی،اُداسی،لاتعلقی اور غریب الوطنی کی علامت ہے۔رات کے حوالے سے مزید اشعار ملاحظہ کریں:

بھیگ چلیں ہیں رات کی پلکیں
تو اب تھک کر سویا ہوگا(۲۶)

یہ ٹھٹھری ہوئی لمبی راتیں کچھ پوچھتی ہیں
یہ خاموشی آواز نما کچھ کچھ کہتی ہے(۲۷)

شہر سوتا ہے رات جاگتی ہے
کوئی طوفان ہے پردہ خاموش(۲۸)

ناصر کاظمی کی شاعری میں ''شہر''انسانی اقدار کی پامالی کی علامت ہے۔

پتھر کا وہ شہر بھی کیا تھا
شہر کے نیچے شہر بسا تھا
پیڑ بھی پتھر پھول بھی پتھر
پتا پتا پتھر کا تھا
لوگ بھی سارے پتھر کے تھے
رنگ ان کا پتھر جیسا تھا(۲۹)

ان تمام اشعار میں پتھر کے شہر کا استعارہ ایک تواتر سے موجود ہے اور علامتی انداز میں انسان کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔
ناصر کاظمی کی شاعری میں ''گھر''کی علامت ذہنی اور جذباتی سکون،انسانی رشتوں کی پاکیزگی اور بچپن کی یادوں کے خزانے کے علاوہ مخصوص تہذیب کے ماحول کا عکاس بھی ہے۔

رات کتنی گزر گئی ہے لیکن
اتنی ہمت نہیں ہے کہ گھر جائیں (۳۰)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

شور برپا ہے خانہ دل میں
کوئی دیوار سی گری ہے ابھی (۳۱)

دیوانگی شوق کو یہ دھن ہے ان دنوں
گھر بھی ہو اور بے درو دیوار سا بھی ہو (۳۲)

ناصر کے یہاں ''پانی'' زرخیزی، زندگی، آگہی اور برگشتگی کی علامت ہے۔

ہاتھ ابھی تک کانپ رہے ہیں
وہ پانی کتنا ٹھنڈا تھا
جسم ابھی تک ٹوٹ رہا ہے
وہ پانی تھا یا لوہا تھا
گہری گہری تیز آنکھیں سے
وہ پانی مجھے دیکھ رہا ہے (۳۳)

ناصر کاظمی کی شاعری میں استعمال ہونے والی دیگر علامتیں بھی مخصوص مفاہیم کی حامل ہیں۔

ناصر کاظمی کی شاعری میں پیکر تراشی:

پیکر کے لغوی معنی ''شکل وصورت'' کے ہیں۔اُردو میں یہ انگریزی اصلاح ''Image'' کے متبادل رائج ہے جو لاطینی لفظ "Image " سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی ''نقل کرنے'' کے ہیں۔اُردو میں اس کے لیے ''" تمثال'' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔''فرہنگ تلفظ'' میں تمثال کی تعریف اس طرح درج ہے:

''تصویر، مورت، عکس، شبیہ، خیالی نقش'' (۳۴)

جبکہ ''علمی اُردو لغت'' میں پیکر کی تعریف اس طرح درج ہے:

''کالبد، شکل، صورت، چہرہ، تن'' (۳۵)

بالفاظ دیگر کوئی خیالی تصویر جب شاعری میں استعمال ہوتی ہے تو پیکر یا تمثال کہلاتی ہے۔ فن کی دنیا میں اس فن کو پیکر تراشی کہا جاتا ہے۔یعنی ایک تصویر جسے شاعر اپنے تجربات کو بروئے کار لا کر ذہن سے تراشتا ہے۔اور لفظوں کی مدد سے شاعری میں ڈھالتا ہے۔ پیکر کہلاتی ہے۔انگریزی میں پیکر تراشی کے لیے امیجری (Imagery) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

کچھ ناقدین کے نزدیک تمثال نگاری پیکر تراشی کا متبادل نہیں ہے۔سمیہ تمکین کے بقول:

''تمثیل عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی شکل دکھلانا اور مثال دینے کے ہیں۔ پیکر کے معنی لفظی و خیالی تصویر کے ہیں۔ان الفاظ کے لغوی معنوں ہی سے دونوں میں جو فرق ہے وہ واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بہت سے نقاد تمثال کو پیکر تراشی یعنی (Image) کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ (Image) کے لیے پیکر کا لفظ ہی ممکن اور مناسب ہے۔'' (۳۶)

جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ جب کوئی لفظ کسی دوسری زبان سے اُردو زبان میں آتا ہے تو تہنید و تاہید کے عمل سے اس کے معنی، املا یا تلفظ میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔اس لیے تمثال کے لغوی معنی سے وضع کردہ اصطلاح پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اُردو میں تمثال نگاری Imagery کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔اُردو کی دو معتبر لغات "فرہنگ تلفظ" اور "علمی اُردو لغت" میں تمثال اور پیکر کے معنی مماثل ہیں۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ پیکر تراشی اور تمثال نگاری انگریزی اصطلاح Imagery کے مماثل ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

کامیاب پیکر وُہ ہے جس سے قاری کے تمام حواس بیدار ہوں گویا جب شاعر کسی پیکر کو تمام حواس کو بروئے کار لاتے ہوئے شعری تجربے میں سمو کر احساس وادراک کی سطح تک پہنچائے۔ شاعری کے لیے ٹھوس اور واضح پیکر ضروری ہیں کیونکہ شاعری سُننے سے زیادہ پڑھنے اور محسوس کرنے کی چیز ہے۔اُردو شاری میں میراں جی،ن۔م۔راشد، قاضی سلیم، کمار پاشی، ناصر کاظمی، مجید امجد اور عتیق اللہ وغیرہ کے یہاں پیکر تراشی کی عمدہ مثالیں ہیں۔

پیکر تراشی یا تمثال آفرینی کی اہمیت مسلم ہے۔انسانی شعور ایک لوح کی مانند ہے جس پر تصویریں مرتسم ہوتی رہتی ہیں۔علم کا سارا عمل ''تصوراتی'' ہے۔وہ کہیں باہر سے حاصل نہیں کیا جاتا۔بقول "ایذرا پاؤنڈ" بہت سی کتابیں تصنیف کرنے سے بہتر ہے کہ ایک ''موثر تمثال'' تخلیق کی جائے۔ایذرا پاؤنڈ کو اس فن کا امام مانا جاتا ہے۔

پیکر تراشی کے ذریعہ شاعر اپنی فضا تخلیق کرتا ہے کہ ہم مناظر کو دیکھنے، آوازوں کو سننے اور بعض کیفیات کو لمس، ذائقہ اور شامہ کی مدد سے محسوس کر سکیں۔ سمیہ تمکین کے بقول:

> ''لہٰذا پیکر کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ پیکر واضح، روشن اور نمایاں ہونا چاہیے تاکہ معنی کی ترسیل موثر ہو سکے۔ مبہم پیکر معنی کی ترسیل میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوتے۔کامیاب پیکر وُہ ہوتے ہیں جو قاری یا سامع کے ذہن کے در کھولے اور ان کو معنی کی تہوں تک پہنچائے۔'' (۳۷)

اُردو شاعری میں پیکر تراشی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔اس کے ذریعہ شاعری کے ساتھ ساتھ خود شاعر تک پہنچا جا سکتا ہے۔اس سے کلام میں سلاست، روانی اور اثر آفرینی کے ساتھ ساتھ ابہام کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے۔اس کی بدولت شاعری میں جذبات چھلکتے نظر آتے ہیں۔

ناصر کاظمی نے تقسیم کے وقت جو حالات دیکھے اور جس طرح لوگ خون کے دریا کے آر پار اترے، اس کو انھوں نے اپنی شاعری میں پیکروں کی مدد سے پیش کیا ہے۔ناصر کاظمی کے ماضی کے تجربات بھیس بدل بدل کر پیکروں کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔

بقول سمیہ تمکین:

> ''ناصر کاظمی کے یہاں ہر شعر تخلیقی ذہن کا پیکر بن کے ابھرتا ہے جس کی بے ساختگی، شگفتگی اس کی انفرادیت بن جاتی ہے۔یہ برجستگی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ تخلیق کے دوران میں سرمستی سے سر شار ہوتے ہیں''(۳۸)

ناصر کاظمی کی شاعری کا سلسلہ ''برگ نے'' سے لے کر ان کی زندگی کے آخری متفرق اشعار تک جاری رہا۔اُنھوں نے تخیل کی مدد سے ایسی شکلیں بنائی ہیں جو دکھائی بھی دیتی ہیں اور عنائی بھی دیتی ہیں۔ ناصر کاظمی کے پیکروں کو حواس خمسہ کے اعتبار سے تقسیم یوں بنتی ہے۔

۱۔ بصری پیکر ۲۔ سمعی پیکر ۳۔شمومی پیکر ۴۔ مذوقی پیکر ۵۔لمسی پیکر

۱۔بصری پیکر

وہ پیکر جو بصارت کو متوجہ کرتے ہیں بصری پیکر کہلاتے ہیں یہ تین طرح کے ہوتے ہیں:

(i) شکل سے متعلق (ii) رنگ سے متعلق (iii) حرکت سے متعلق

(i) شکل سے متعلق:

کلیاں جھلسی جاتی ہیں
سورج پھینک آگ رہا ہے(۳۹)

بہاریں لے کے آئے تھے جہاں تم
وہ گھر سنسان جنگل ہو گئے ہیں(۴۰)

آنکھوں میں چھپائے پھر رہا ہوں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

یادوں کے بجھے ہوئے سویرے(۴۱)

کیا سنسان ہے سحر کا سماں
پتیاں محو یاس گھاس اداس(۴۲)

پھر سلگنے لگے یادوں کے کھنڈر
پھر کوئی تاک خنک یاد آئی(۴۳)

(ii)رنگ سے متعلق:

رنگ کھلے صحرا کی دھوپ
زلف گھنے جنگل کی رات (۴۴)

میں نے دیکھا ہے طلسمات کا چاند
رنگ دکھلاتی ہے کیا کیا عمر کی رفتار بھی(۴۵)

بال چاندی ہوگئے سونا ہوئے رُخسار بھی
آج تو یہ دھرتی خون اگل رہی ہے(۴۶)

سبز سنہرے کھیتوں پر
پھواریں سرخ لکیروں کی(۴۷)

(iii)حرکت سے متعلق

اوس بھی ہے کہیں لرزاں
بزم انجم دھواں دھواں ہے(۴۸)

رقص کرتی ہوئی شبنم کی پری
لے کے پھر آئی نذرانہ گل(۴۹)

نہر کیوں سو گئی چلتے چلتے
کوئی پتھر ہی گرا کر دیکھو(۵۰)

سمعی پیکر:

وہ پیکر جو سماعت کو متوجہ کرتے ہیں۔ سمعی پیکر کہلاتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

کیوں ٹھہر جاتے ہیں دریا سر شام
روح کے تار ہلا غور سے سن
یاس کی چھاؤں میں سونے والے
جاگ اور شوردرا غور سے سن(۵۱)

شمومی پیکر:

وہ پیکر جو حس شامہ کو متوجہ کریں۔ شمومی پیکر کہلاتے ہیں:

خوشبوؤں کی اداس شہزادی
رات مجھ کو ملی درختوں میں(۵۲)

جلنے لگیں درختوں میں خوشبو کی بتیاں
پھر چھیڑ دی ہوائے نیستاں نے نغمگی(۵۳)

مذوقی پیکر:

وہ پیکر جو ذائقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ مذوقی پیکر کہلاتے ہیں:

کاغذ کے د ل میں چنگاری
خس کی زباں پر انگارہ تھا
دھوپ کے لال ہرے ہو نٹوں نے
تیرے بالوں کو چوما تھا
پیاسی لال لہو سی آنکھیں
رنگ لبوں کا زرد ہوا تھا(۵۴)

رہتی تھی اس نواح میں ایسی بھی ایک خلق
پوشاک جس کی دھوپ تھی، خوراک چاندنی (۵۵)

کسی بے نام وہم کی دیمک
چاٹنے آگئی لہومیرا (۵۶)

وہ پیکر جو حس لامسہ سے تعلق رکھتے ہیں لمسی پیکر کہلاتے ہیں۔ یہ دو طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ نرمی و سختی ظاہر کرنے والے

۲۔ گرمی یا سردی کا احساس دلانے والے:

چاندنی کا ایک پھول گلے میں
ہاتھ میں بادل کا ٹکڑا تھا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

بھیگے کپڑوں کی لہروں میں
کندن سونا دمک رہا تھا(۵۷)
آنچ کھا کھا کر صدائے رنگ کی
تتلیوں کے پر سنہرے ہو گئے (۵۸)

میں سوتے سوتے کئی بار چونک پڑا
تمام رات تیرے پہلو سے آنچ آئی(۵۹)

مرکب پیکر:

اس کے علاوہ وہ ناصر کاظمی کے یہاں مرکب پیکر کی مثالیں وافر تعداد میں موجود ہیں جو حسب ذیل ہیں:

دھیان کی سیڑھیوں پہ پچھلے پہر
کوئی چپکے سے پاؤں دھرتا ہے(۶۰)

سورج سر پر آ پہنچا
گرمی ہے یا روز جزا(۶۱)

جب تیز ہوا چلتی ہے سر شام
برساتی ہیں اطراف سے پتھر تری یادیں (۶۲)

یہ ڈھونڈھتا ہے کسے چاند سبز جھیلوں میں
پکارتی ہے ہوا اب کسے کنارے پر(۶۳)

چین سے بیٹھنے نہیں دیتی
موسم یاد کی اداس ہوا (۶۴)

فصاحت و بلاغت

کلام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس کی تفہیم میں آسانی ہو۔ ناصر کاظمی کے کلام کا اعجاز سادگی، روانی و سلاست، سہل ممتنع، ایجاز و اختصار اور موسیقی و غنائیت ہے۔ جس کی بنا پر ان کا کلام فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ مثال ہے۔ وہ غیر ضروری صنائع بدائع، دراز کار تشبیہات اور استعارات اور پیچیدہ تراکیب استعمال نہیں کرتے۔ مشکل، گہری اور نازک باتیں وُہ آسان لفظوں میں اس سادگی اور سلاست و روانی سے بیان کرتے ہیں کہ قاری حیران رہ جاتا ہے۔

ایک ایسا شعر جو اس قدر آسان لفظوں میں ادا ہو جائے کہ اس کے آگے مزید سلاست کی گنجائش نہ ہو۔ "سہل ممتنع" کہلاتا ہے۔ مثلاً مومن خان مومن کا شعر:

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا (۶۵)

جبکہ کم سے کم الفاظ میں بڑی سے بڑی بات کرنا ایجاز ہے۔ ناصر کا کلام ایجاز و اختصار اور سادگی و سہل ممتنع کا اعلیٰ وارفع نمونہ ہے۔

بقول ڈاکٹر عبدالوحید:

> ''ناصر کو اچھا غزل گو بننے میں جس چیز نے بہت مدد دی ہے وہ ان کے بیان کی سادگی اور لچک ہے۔ ان کے پاس گہری سے گہری کیفیت کے اظہار کے لیے آسان الفاظ موجود ہیں۔ انہیں یہ معلوم ہے کہ ان آسان لفظوں کو کس طرح ترتیب دیا جائے تو وہ ایک لطیف اور دل سوز نغمہ بن جاتے ہیں۔''(۶۶)

ناصر کاظمی کے سہل ممتنع کا انداز ایسا ہے کہ ہر کوئی یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایسی شاعری تو میں بھی کر سکتا ہوں مگر کوشش کرے تو کامیاب نہ ہو سکے۔

میں نے جب لکھنا سیکھا تھا
پہلے تیرا نام لکھا تھا
میں وہ صبر صمیم ہوں جس نے
بار امانت سر پہ لیا تھا
میں وہ اسم ہوں جس کو
جن و ملک نے سجدہ کیا تھا(۶۷)

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
وہ تیری یاد تھی اب یاد آیا
دن گزارا تھا بڑی مشکل سے
پھر تیرا وعدہ شب یاد آیا(۶۸)

یوں مجموعی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ ناصر کاظمی نے تمام تر اہم فنی لوازم کو کامل فنی شعور کے ساتھ برتا ہے کہیں بھی سطحیت کا شکار نہیں ہوئے رمز و ایمائیت جو کہ غزل کی بنیادی خصوصیت اس سے بھی ناصر کی غزل لبریز ہے۔ علاوہ ازیں تشبیہ و استعارہ اور علامت نگاری جیسی فنی خوبیوں کو بھی عمدگی سے برتا گیا ہے۔ ڈکشن جو کہ ہر شاعر کی اپنی اور مخصوص ہوتی ہے جس سے کسی بھی شاعر کی شعری فضا بندی تشکیل پاتی ہے بھی ناصر کی اپنی ہے جس نے نہ صرف ناصر کی انفرادیت کو پختہ تر کیا بلکہ جس نے اس روایت میں مزید اضافے بھی کیے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح میر کی لفظیات اور موضوعات کا اثر بہت حد تک ناصر کی شاعری پر ہوا۔ اسی طرح ناصر کی شاعری کا اثر بہت حد تک ناصر کے معاصرین اور اس کے بعد کے شعرا پر بہت حد تک پڑا۔ ان شعرا میں احمد مشتاق، جمال احسانی، سلیم احمد اور احمد فراز بطور خاص ہیں۔ تو مجموعی طور پہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ناصر کا شعری مقام و مرتبہ بلند ہے اور انہوں نے فکر و فن کے تال میل کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

حوالہ جات

۱۔ کلیات ناصر کاظمی فضل حق اینڈ سنز لاہور ۱۹۹۲ ص ۲۸۶

۲۔۔ جمال، انور (۲۰۱۶ء)، ادبی اصلاحات، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص ۴۷

۳۔ کلیات، ناصر، ص ۳۷۶

۴۔ ایضاً، ص ۴۶۷

۵۔ ایضاً، ص ۴۵۳

۶۔ ایضاً، ص۳۸۱
۷۔ ایضاً، ص۴۷۷
۸۔ جمال، انور (۲۰۱۶ء)، ادبی اصلاحات، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص۳۷
۹۔ ایضاً، ص۱۸۹
۱۰۔ ایضاً، ص۲۲۱
۱۱۔ ایضاً، ص۳۶۷
۱۲۔ جمال، انور (۲۰۱۶ء)، ادبی اصلاحات، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص۸۲
۱۳۔ کلیات ناصر، ص۴۱۱
۱۴۔ ایضاً، ص۵۷۹
۱۵۔ ایضاً، ص۳۳۱
۱۶۔ ایضاً، ص۵۵۵

۱۷۔ تمکین، سمیہ (۲۰۱۳ء)، ناصر کاظمی کی شاعری میں پیکر تراشی، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص۱۰۲
۱۸۔ حسین، انتظار (۱۹۷۳)، برگ نے، مشمولہ، لفظ، (اورینٹل کالج کا مجلہ)، ص۱۴۱
۱۹۔ کلیات، ناصر، ص۴۴۴
۲۰۔ ایضاً، ص۵۸۱
۲۱۔ ایضاً، ص۱۷۷
۲۲۔ ایضاً، ص۵۵۱
۲۳۔ ایضاً، ص۱۸۸
۲۴۔ ایضاً، ص۱۴۱
۲۵۔ ایضاً، ص۵۱۲
۲۶۔ ایضاً، ص۴۹۸
۲۷۔ ایضاً، ص۱۷۳
۲۸۔ ایضاً، ص۵۹۹
۲۹۔ ایضاً، ص۳۷۳
۳۰۔ ایضاً، ص۵۰۳
۳۱۔ ایضاً، ص۴۰۷
۳۲۔ ایضاً، ص۳۱۰
۳۳۔ ایضاً، ص۱۰۷

۳۴۔ حقی، شان الحق (۲۰۱۷ء)، فرہنگ تلفظ، اسلام آباد، ادارہ فروغ قومی زبان پاکستان، ص۲۳۶

۳۵۔ وارث سرہندی (۲۰۱۵ء)، علمی اُردو لغت، لاہور، علمی کتاب خانہ، ص۴۱۵

۳۶ تمکین، سمیہ (۲۰۱۳ء)، ناصر کاظمی کی شاعری میں پیکر تراشی، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص۱۶۲

۳۷۔ایضاً،ص۱۶۷
۳۸۔ایضاً،ص۱۹۴
۳۹۔ایضاً،ص۲۲۲
۴۰۔ایضاً،ص۳۳۳
۴۱۔ایضاً،ص۳۳۴
۴۲۔ایضاً،ص۱۹۹
۴۳۔ایضاً،ص۲۰۲
۴۴۔ایضاً،ص۱۸۳
۴۵۔ایضاً،ص۱۸۵
۴۶۔ایضاً،ص۳۲۷
۴۷۔ایضاً،ص۳۶۶
۴۸۔ایضاً،ص۲۶۸
۴۹۔ایضاً،ص۳۵۲
۵۰۔ایضاً،ص۴۸۲
۵۱۔ایضاً،ص۴۲۸
۵۲۔ایضاً،ص۷۹
۵۳۔ایضاً،ص۸۸
۵۴۔ایضاً،ص۱۵۷
۵۵۔ایضاً،ص۱۸۷
۵۶۔ایضاً،ص۳۸۸
۵۷۔ایضاً،ص۱۶۳
۵۸۔ایضاً،ص۲۱۱
۵۹۔ایضاً،ص۲۹۹
۶۰۔ایضاً،ص۳۳۵
۶۱۔ایضاً،ص۴۰۱
۶۲۔ایضاً،ص۵۰۲
۶۳۔ایضاً،ص۴۶۰
۶۴۔ایضاً،ص۳۰۷
۶۵۔ جمال،انور(۲۰۱۶ء)،ادبی اصلاحات،اسلام آباد،نیشنل بک فاؤنڈیشن،ص۱۲۰
۶۶۔ عبدالوحید سن ندارد)،جدید شعرائے اُردو،لاہور،فیروز سنز،ص۱۰۷
۶۷۔ایضاً،ص۲۳۳
۶۸۔ایضاً،ص۲۳۶